

زرعی شعبہ آج بھی عدم توجہ کا شکار ہے!

پرکاش سنگھ بادل کی عمر ترانوے بر س ہے۔ ہندوستان کے صوبہ پنجاب کے چار مرتبہ وزیر اعلیٰ رہ چکے ہیں۔ 1927 میں پیدا ہونے والے پرکاش سنگھ شائد برصغیر کے سب سے عمر رسیدہ سیاستدان ہونگے۔ ایف سی کالج لاہور کے فارغ التحصیل اس شخص نے مشرقی پنجاب کے کاشتکاروں کی قسمت بدل دی۔ سادہ سی زندگی گزارنے والے اس انسان نے کاشتکاروں کیلئے ایک ایسا فیصلہ کیا جسکی تمام حکومتی اداروں نے سخت مخالفت کی۔ بین الاقوامی ترقیاتی اداروں نے انہیں ایک غیر سنجیدہ حکمران قرار دے ڈالا۔ یہ فیصلہ کوئی عام سی استطاعت والا حکمران ہرگز نہیں کر سکتا تھا۔ پرکاش سنگھ نے صوبہ میں کسانوں کے زرعی ٹیوب ویلوں کی بجلی تقریباً مفت کر دی۔ زرعی شعبوں میں ٹیوب ویل لگانے کے طریقہ کارکو بھی حد درجہ آسان کر ڈالا۔ بجلی بنانے والے سرکاری ادارے پنجاب سٹیٹ پاور کار پوریشن لمبیڈ کو حکم جاری کیا کہ کسانوں کو فصلوں کیلئے پانی دینے والے ٹیوب ویل کی بجلی کا کوئی بل نہیں ہوگا۔ اس محیر العقول فیصلہ کی ستائش تو خیر کافی ہوئی مگر انہیں کڑی تنقید کا نشانہ بھی بنایا گیا۔ مرکزی حکومت نے دو تین سال کے بعد اس کام پر تنقیدی روپورٹ شائع کی کہ چار پانچ فیصد لوگ اس رعایت کا غلط فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ بادل سنگھ نے کہا کہ اگر یہ سہولت پچانوے فیصد کسانوں کو فائدہ دے رہی ہے، تو اسے جاری رہنا چاہیے۔ چار پانچ فیصد غلط استعمال سے اکثریت کو مفت بجلی کی سہولت سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ بادل سنگھ کے صرف ایک فیصلہ سے کسانوں کو اتنا حوصلہ، ہمت اور قوت ملی کہ مشرقی پنجاب میں فصلوں کی پیداوار تین گناہ بڑھ گئی۔ زمین کے کیمیکل تجزیہ کیلئے ہر یونین کوسل میں سرکاری لیبارٹریاں کھول دی گئیں۔ کسان کو جو سہولت چاہیے تھی، سرکار نے اسے حقیقت میں انکی دہیز تک پہنچا دیا۔ زرعی انقلاب نے ایک ارب سے زیادہ آبادی والے اس ملک کو گندم اور دیگر اجناس میں خود فیل کر ڈالا۔ مشرقی پنجاب میں کسانوں کی دولت میں بھی بے حساب اضافہ ہو گیا۔ حکومتی اقدام کی کامیابی کے بعد اسکی پوری دنیا میں تعریف شروع ہوئی۔ وہ تمام بین الاقوامی اور مقامی ادارے جو اسکی بھرپور مخالفت کرتے تھے۔ اب اسکے لیے رطب اللسان ہو گئے۔ بادل سنگھ، اتنا عرصہ وزیر اعلیٰ رہنے کے باوجود، نیویارک، لندن یا کسی بڑے شہر میں منتقل نہیں ہوئے۔ بلکہ آج بھی پنجاب میں اپنے گاؤں بادل میں قیام پذیر ہیں۔

پاکستان میں ایوب خان پہلے حکمران تھے جنہوں نے زراعت کے شعبہ کو ”سینقلاب“ سے روشناس کروایا۔ ٹریکٹر، ٹیوب ویل، کیمیکل کھاد اور دیگر کام اتنے بہترین تھے کہ پاکستان ایک زرعی سینقلاب سے آشنا ہو گیا۔ صدر ایوب نے جہاں دیگر فیصلے کیے۔ وہاں کھاد اور اس سے منسلک اشیاء کی حکومتی کارخانوں میں پیداوار شروع کروانا ایک زبردست کام تھا۔ این ایف سی یعنی نیشنل فریلاائز رکار پوریشن کے زیر انتظام، یوریا کھاد بنانے کے متعدد پلانٹ لگائے گئے۔ یوریا کھاد کی قیمت اتنی سستی رکھی گئی کہ کسان کو خریدنے میں قطعاً وقت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ سوڈھر ہسروپے سے شروع ہونے والی یوریا کھاد کی بوری ہر کسان کیلئے پورے ملک میں مہیا کی جاتی رہی۔ یہ پاکستان کی زراعت کا سنبھری دور تھا۔ ہمارے زرعی تحقیقاتی اداروں کی پوری دنیا میں دھوم مچ چکی تھی۔ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد پنے شعبہ میں دنیا کی بہترین درس گاہوں میں شمار کی جاتی تھی۔ یہاں تعلیم حاصل کرنے کیلئے غیر ملکی طالب علموں کی قطاریں لگی ہوتی

تھیں۔ لاحق، سرکاری خورد بورداور ہوں نے پورے ملک جس میں زرعی شعبہ بھی شامل تھا، کو لپیٹ میں لے لیا۔ نجکاری کے نام پر ایسا کھیل کھیلا گیا جس سے زرعی شعبہ بر باد ہو گیا۔ آپ کے ذہن میں سوال ہو گا کہ بھلانجکاری کا زرعی شعبہ سے کیا تعلق۔ مگر صاحبان، بہت قربت کا تعلق ہے۔ جہاں جمہوری حکومتوں، بجلی بنانے کے مہنگے ترین معائدے کر رہیں تھیں۔ وہیں انتہائی خاموشی سے کھاد بنانے والے سرکاری کارخانوں کی بندربانٹ شروع ہو چکی تھی۔ زراعت کیلئے تقریباً ہر جمہوری دور ایک ڈراون خواب ثابت ہوا۔ مہنگی ترین زمین پر قائم کارخانے، اپنے دوستوں، یاروں اور قرابت داروں کو اونے پونے بیچنے کی وہ رسم شروع ہوئی کہ فرشتے تو کیا، شیطان بھی موہنہ چھپا کر روایا ہو گا۔ یہی معاملہ فوجی حکومتوں میں بھی رہا۔ چند سرمایہ کا رتوانے کا میاب تھے کہ قیمتی زمین ہونے کی بدولت کھاد بنانے کے کارخانے کو خریدا اور پھر اسے ہاؤ سنگ کالوں میں تبدیل کر دیا۔ ملتان سے تھوڑا اس اپہلے کھاد کا ایک یونٹ، آج کل بہترین ہاؤ سنگ کالوں ہے۔ ویسے ہم سارا دن سیاستدانوں کو کوستے ہیں۔ غیر سیاسی حکومتوں بھی اقرباً پروری اور دوست نوازی میں کسی سے پچھے نہیں رہیں۔ اس تمام مکروہ کھیل کا انجام کیا ہوا۔ یوریا کھاد کی وہ بوری جو تین سوروپے میں ملتی تھی۔ اب کسان کیلئے بھی شعبے نے سترہ سو سے اکیس سو میں کرڈا ہی۔ یعنی کھاد کو اتنا مہنگا کر دیا گیا کہ اس شعبہ کی کمرتی ٹوٹ گئی۔ سیٹھ نے اپنا منافع کی سو گناہ زیادہ کر دیا۔ زراعت کے شعبے میں کامیاب ترین حکومتی اداروں کو مکمل طور پر بر باد کرنے کے بعد جعلی مرشیہ گوئی شروع کی گئی جو آج تک جاری ہے۔

آج بھی چیلنج کرتا ہوں کہ سرکاری اداروں کی نجکاری نے ہمارے ملک کے ہر سیکٹر کو بر باد کر دا لا ہے۔ پورے ملک کو دس بارہ سیٹھوں کے حوالے کر دیا گیا اور یہ چلن آج بھی جاری ہے۔ اگر یہاں کبھی حقیقی احتساب ہو، تو صرف کھاد بنانے کے کارخانوں کی جعلی نجکاری ہی آدمی اشرافیہ کو پاتال میں بھجوانے کیلئے کافی ہے۔ مگر اطمینان رکھیے۔ یہاں نہ کبھی احتساب ہوا ہے اور نہ کبھی ہو گا۔ ظلم کا اندازہ فرمائیے کہ لا ہور سے ٹھیک تیس کلو میٹر دو را متر میں، یوریا کی پچاس کلوکی بوری تین سو پچھتر روپے میں ہے۔ مگر لا ہور، قصور اور دیگر علاقوں میں یہی بوری تقریباً دو ہزار کے لگ بھگ ہے۔ تو جناب، کوئی زرعی ترقی اور کوئی زرعی شعبے کو اہمیت دینے والی بات؟ سب کچھ صرف اور صرف بیان بازی اور سیاسی منافقت ہے۔ اصل معاملہ تمام لوگ جانتے ہیں۔ لوگ سارا دن بجلی اور چینی بنانے والے سیاستدانوں کے لئے لیتے ہیں۔ مگر کھاد بنانے والے بھی کارخانوں کے مالکان کا منافع دیکھ کر انسان جیران ہو جاتا ہے۔ اس ناجائز چوری جسے منافع کا نام دیا گیا ہے، پر کوئی بات نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ سیٹھ سابقہ حکومتوں کی طرح آج کی حکومت کی موچھ کے بال ہیں۔ یہ وہ مقدس گائے بلکہ اژد ہے ہیں جنکی تجوریاں، ہمارے کسان کے خون پسینہ کی کمائی سے بھری ہوئی ہیں۔

زرعی شعبہ کو ذرا توجہ سے پر کھیے۔ سب سے پہلے کسان کو کیا چاہیے۔ اچھا اور معیاری بیج۔ سوال کا جواب دیجئے۔ پورے ملک میں ایک ادارہ نہیں ہے جسکے معیار پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لیا جائے۔ بھی شعبے میں بھی یہی معاملہ ہے۔ معیاری بیج کے نہ ہونے کی بدولت، زرعی شعبہ کی بنیاد کو ہی ٹیڑھا کر دیا گیا ہے۔ پھر زرعی ٹیوب ویلوں پر واپڈا کی کرم نوازی انتہائی مہنگی بجلی، مسلسل لوڈ شیڈنگ اور قیامت خیز بل، اس شعبے کیلئے صرف اور صرف زہر قاتل ہیں۔ آگے چلیے۔ زرعی آلات کی قیمتوں میں بے جوازا ضافہ اور ان پر کسی قسم کا کوئی سرکاری کنٹرول نہ ہونا، صرف یہ بتاتا ہے کہ حکومت کا زرعی شعبہ کی کامیابی سے کوئی تعلق نہیں۔ شاید آپ کے لیے یہ خبر ہو کہ ہمارے

ملک میں ٹریکٹر اور زرعی آلات ٹھیک کرنے کی معیاری و رکشا پیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ بے چارہ کسان، ادنیٰ درجہ کے مستر یوں کے ہتھے چڑھا ہوا ہے۔ جو گاؤں اور قصبوں کے نزدیک اڈوں پر بیٹھے، انہائی غیر معیاری کاروبار میں مصروف ہیں۔ دیہاتی علاقوں میں جو پڑول اور ڈیزیل ملتا ہے، اسکے اندر ملاوٹ اتنی زیادہ ہے کہ خدا کی پناہ۔ زرعی مشینزی بہت جلد ہی ختم ہونے لگتی ہے۔ ملاوٹ سے یاد آیا۔ نجح سے لیکر کھاد تک، ہر زرعی عنصر میں ملاوٹ ہے۔ کھاد کی ملاوٹ کی تو خیر جعلی فیکٹریاں لگی ہوئی ہیں۔ سب کو معلوم ہے۔ مگر تھوڑے سے پیسے لیکر ہمارا سرکاری افسرا نکھیں بند کر لیتا ہے۔ آڑھتی کے مسائل اور بھی پیچیدہ ہیں۔ یہ ایک مکمل نجی بینکنگ نظام ہے۔ جسکی مالی حیثیت، سرکاری اور نجی بنکوں سے کہیں زیادہ ہے۔ آڑھتی دراصل زرعی شعبہ کا ”گاڈ فادر“ ہے۔ کسان ہر سطح پر اس سے بلیک میل ہوتا ہے۔ مگر کچھ کرنہیں سکتا۔ اسلیے کہ وقت بے وقت اسکی ہر ضرورت صرف اور صرف آڑھتی پوری کرتا ہے۔ حمکتے ہوئے مالیاتی اداروں میں تو عام سطح کا کسان قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جہاں تک زرعی شعبے کو قرض دینے کا معاملہ ہے۔ وہ بھی ایک بھیانک جنگل ہے۔ روپنیوڈ پارٹمنٹ کے بادشاہ یعنی پٹواری سے، ایک زمانے میں اپنی ہی ملکیتی زمین کی فردا اور پاس بک بنوانا کافی کھن کام تھا۔ بہت سی مٹھیاں گرم کرنے کیلئے کسان کئی دفتروں میں ایڑیاں رکھتا تھا اور پھر شرح سود۔ صاحب دس سے بارہ فیصد، یا شاندی اس سے تھوڑی سی زیادہ یا معمولی سی کم۔ پھر اس قرض کی واپسی میں اگر تاخیر ہو جائے۔ یا قدرتی آفات سے فصل خراب ہو جائے تو پھر کسان کیلئے قیامت ہی قیامت ہے۔ اسے آناؤ چور بنادیا جاتا ہے۔ اسکے لیے سرکاری عمال کا ایک لشکر موجود ہے، جو گرفتاری سے لیکر ہر طریقہ سے ذلیل کرنے کا قانونی اختیار رکھتا ہے۔ اربوں روپے قرضہ حاصل کرنے والے کاروباری لوگ تو خیر واپس کرنے کا تصور کم ہی رکھتے ہیں۔ اگر نہ بھی کریں تو انکے تمام قرضے موخر ہو جاتے ہیں۔ مگر کسان کیلئے قرضہ، مصیبتوں کا وہ پھندا ہے، جس میں سے باعزت نکلنے تقریباً ناممکن ہے۔ اس بارہ بھی بجٹ میں فرمایا گیا ہے کہ کسان کی ہر ضرورت پوری کریں گے۔ شاندیہ مجزہ برپا ہوئی جائے۔ مگر قرائیں موجودہ صورتحال میں آزاد بوجھل ہیں۔ زرعی شعبے کو دراصل ایک بھرپور آواز کی ضرورت ہے۔ موثر اور طاقتور۔ مگر انکی موجودہ آواز کمزور اور نحیف سی ہے۔ پھر بلا سود قرضوں کا جنم اتنا کم ہے کہ وہ چھوٹے سے چھوٹے کسان کی معمولی سی ضرورت بھی پوری نہیں کرتا۔ ہمارے ملک میں کسی پرکاش سنگھ بادل کی سطح کے سیاستدان کا وجود ہی نہیں ہے۔ جو خود کسان ہوا اور مضبوط قوت فیصلہ رکھتا ہو۔ ہمارے ہاں، کسان اور زرعی شعبہ کے ساتھ یہ مذاق گزشتہ برسوں کی طرح جاری رہیگا۔ شاند بڑھ جائے۔ کم ہونے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ اور ہاں، ہمارے ملک میں خانہ جنگی نہ ہونے کی صرف ایک وجہ ہے۔ کہ ہمارا زرعی شعبہ، تمام تر مشکلات کے باوجود، بائیس کروڑ لوگوں کو روٹی مہیا کر رہا ہے!

راو منظر حیات

